بیربل دیر کیوں ؟

ایک دن اکبر اپنے وزیر بیربل کے محل میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ بیربل کو بہت دیر ہو چکی تھی، اور اکبر غصے میں تھا۔ جب وہ آیا تو اس سے پوچھا کہ تم اتنی دیر کیوں کر رہے ہو؟

"اے بادشاہ!" بیربل نے کہا۔ "میرا بیٹا میرے جاتے ہی رونے لگا۔ میں اسے چپ کروانے کے لیئے کھڑا رہا۔ اسی لیئے مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"مذاق کر رہے ہو؟" اکبر نے کہا۔ "کیا واقعی روتے ہوئے بچے کو پرسکون کرنے میں اتنی دیر لگتی ہے؟"

"یہ واقعی کرتا ہے، اے بادشاہ!" بیربل نے کہا۔ "روتے ہوئے بچے کو تسلی دینا بہت مشکل ہے۔"

"مشکل؟ میں آسانی سے بچے کو رونا بند کر سکتا ہوں!" اکبر نے کہا۔



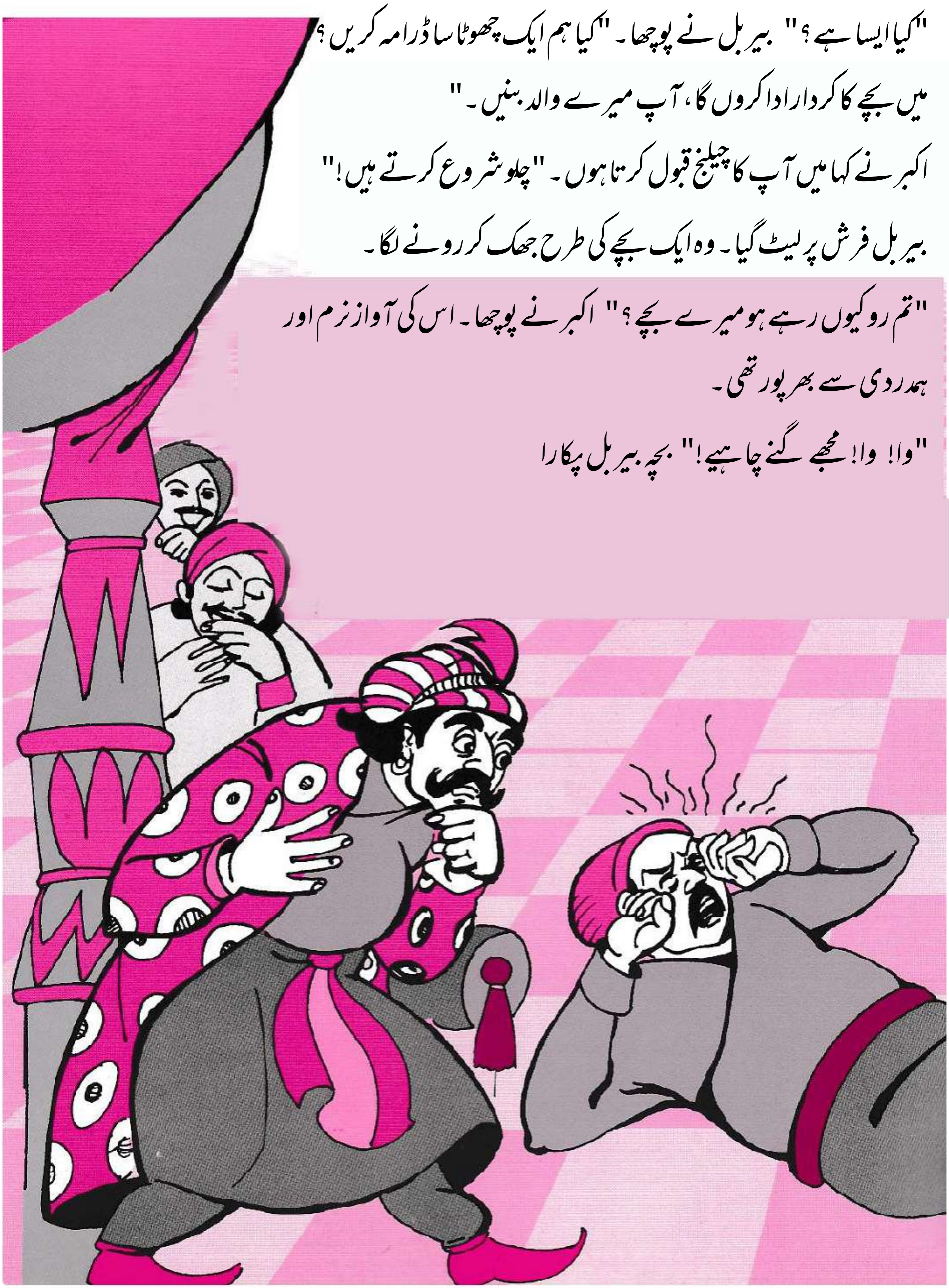
"کیا ایسا ہے ؟" بیربل نے پوچھا۔ "کیا ہم ایک چھوٹا سا ڈرامہ کریں ؟
میں بچے کا کردار ادا کروں گا، آپ میرے والد بنیں۔"

اکبر نے کہا میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ "چلو شروع کرتے ہیں!"

بیربل فرش پر لیٹ گیا۔ وہ ایک بچے کی طرح جھک کر رونے لگا۔

"تم رو کیوں رہے ہو میرے بچے ؟" اکبر نے پوچھا۔ اس کی آواز نرم اور ہمدردی سے بھرپور تھی۔

"وا! وا! مجھے گنے چاہییے!" بچہ بیربل پکارا



"رومت!" اکبر نے کہا۔ "تمہیں گنا ملیگا!" اس نے اپنے نوکروں کو بلایا۔ ایک منٹ میں وہ گنے لے کر آ گئے۔



جب بچہ بیربل نے گنے کے ڈنٹھل دیکھے تو اس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں سے فرش کو مارا اور نشان لگا دی۔ اس کے رونے کی آواز مزید تیز ہو گئی۔ "وا! وا!" آواز نا قابل برداشت تھی!

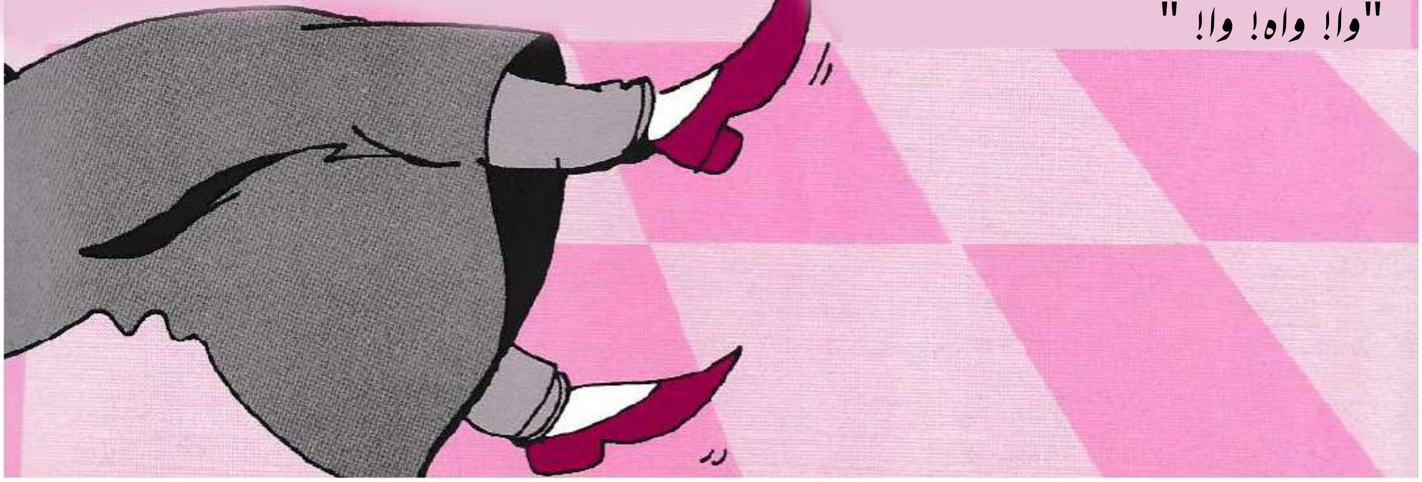
"یہ گنا ہے بچے۔ تم ابھی تک کیوں رو رہے ہو؟" اکبر نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا جائے!" بچہ بیربل پکارا۔ "وا، وا!"

"کیا یہ سب ہے؟" اکبر نے پوچھا۔ "میں اسے ابھی کاٹ دوں گا!"

اکبر کے نوکروں نے گنے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ انہوں نے اسے بچے کو پیش کیا۔ لیکن بچہ بیربل نے ان ٹکڑوں کو اٹھا کر ادھر ادھر پھینک دیا۔ اس نے فرش پر زور سے پٹکا۔ وہ اور بھی تیز رویا۔

"وا! واہ! وا!"



باپ اکبر پریشان ہوگیا۔ اس نے پوچھا، "اب تم کیوں رو رہے ہو؟ تمہارے پاس گنے کے ٹکڑے ہیں جو تم نے مانگے تھے! "

"ان ٹکڑوں کو دوبارہ ایک ساتھ جوڑکر رکھو!" بچہ بیربل پکارا۔ "مجھے گنے کی پوراڈنٹھل چاہیے! "

اس موقع پراکبر نے صبر کھودیا۔ "میں گنے کو دوبارہ ایک ساتھ جوڑکر کیسے رکھ سکتا ہوں ؟ گنے کے ٹکڑوں سے ڈنٹھل بنانا ممکن نہیں! "

اوراس طرح بیربل کے دعوے کی حقیقت اس پر آشکار ہوئی۔ اس نے کہا، "تم ٹھیک کہتے ہو، میرے دوست! روتے ہوئے بچے کو تسلی دینا بالکل آسان نہیں ہے۔ "

بیربل مسکرایا۔ اپنے کپڑوں سے دھول صاف کرتے ہوئے وہ فرش سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "آج صبح میرے بیٹے نے ایسا ہی سلوک کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا کرنا ہے! درحقیقت جب میں گھر سے نکلا تو وہ اب بھی رو رہا تھا۔ "

اکبر چونک گیا۔ "اس وقت گھر واپس جاؤاور اپنے بچے کو دیکھو!" انہوں نے کہا۔



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

نندار یہ کی قربانی

آنکھیں بند کرو۔ آپ اپنے من میں ایک لمبا، بہتے دریا کی تصویر بنائیں۔ یہ دریائے گنگا ہے۔ دیکھو! دریا کے کنارے آم کا ایک بہت بڑا درخت کھڑا ہے۔ بندروں کا ایک دستہ اس کے پھل کھا رہا ہے۔ وہ کتنے خوش قسمت ہیں، جہاں ہر کھانا ذہنی مسرت کا باعث ہے!



اس کے باوجود فوج کے سربراہ نندار یا پریشان ہیں۔ آم کے درخت کی ایک شاخ دریا کے اوپر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر آم پانی میں گر جائے تو کیا ہوگا



نندار یا اپنے قبیلے کو اکٹھا کر کے کہتے ہیں۔ "دیکھو یہ ایک شاخ دریا کے اوپر کیسے لٹکتی ہے۔ ہمیں اس سے کسی آم کو پانی میں نہیں گرنے دینا چاہیے۔"

"اگر آم گر جائےگا تو وہ انسانوں کے ہاتھ میں آجائےگا۔ انسان اس درخت کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے جو اتنا لذیذ پھل دیتا ہے۔ وہ یہاں آکر ہمیں دیکھ کر بھگا دینگے۔"



"اس شاخ پر کڑی نظر رکھو! پھل پکتے ہی توڑ دو!" نندار یا پر زور کہتا ہے۔ "آم کو کبھی گرنے نہ دیں! "

لیکن ایک آم ، نادیدہ، دریا میں گر جاتا ہے۔ لہروں پر ٹھوکر کھاتے ہوئیے، ڈوبتا اور لڑھکتا ہوا، یہ بہاؤ میں تیرتا ہے۔ کسی نہ کسی طریقے سے یہ بادشاہ کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ "یہ آم کہاں سے آئے؟" وہ حیرت زدہ ہے، اس کے ذائقے اور خوشبو سے خوش ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ درخت کو تلاش کرنے کے لییۓ نکلا۔

وہاں آکر بادشاہ درخت کی جسامت اور اس کے پھلوں کی کثرت کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ تاہم، رات ڈھل رہی ہے۔ اس نے کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنے سپاہیوں سے کہتا ہے: "اپنے بازوؤں کو ایک طرف رکھو اور صبح تک آرام کرو۔ پھر ہم آم توڑیں گے۔"



رات اندھیری ہے۔ آسمان پر بادلوں کی چادر چھائی ہوئی ہے۔ چاند کو سوئے ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ نندار یا اور اس کا دستہ سوئے ہوئے سپاہیوں کے درمیان آہستہ سے گذرتے ہوئے درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ وہ اطمینان سے دعوت کا مزہ لیتے ہیں۔

لیکن اپنی دعوتوں میں وہ اپنے نیچے سوئے ہوئے لشکر کو بھول جاتے ہیں۔ ان کی خاموشی سرگوشیوں میں بدل جاتی ہے، ان کی سرگوشیاں چہچہاہٹ میں بدل جاتی ہیں۔ بادشاہ کے محافظ بادشاہ کو جگاتے ہیں۔ "درخت بندروں سے بھرا ہوا ہے!" وہ اسے بتاتے ہیں. "ہم کیا کریں؟"

فوجیوں کو سونے دو،" بادشاہ نے جواب دیا۔ "صبح ہوتے ہی ہم بندروں کو بھگا دیں گے۔"

دو بندر بادشاہ کے منصوبوں کو سن رہے ہیں۔ وہ نندا ریا کی طرف بھاگے۔

"خطرہ! خطرہ!" وہ خبردار کرتے ہیں۔



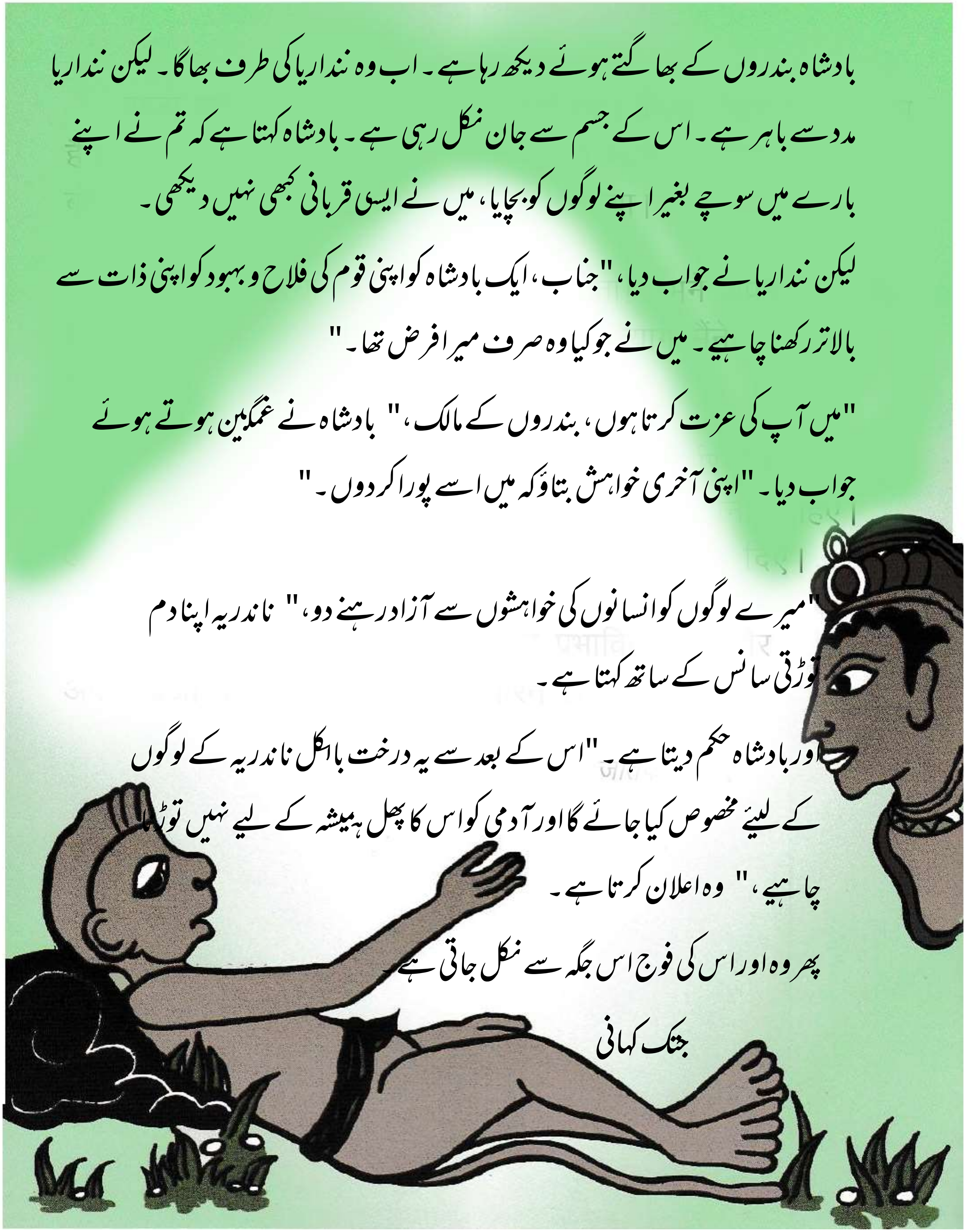
"فوجی ہم سب کو بھگانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں! اوہ، کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"فکر نہ کرو،" نندا ریہ نے جواب دیا۔ "میں تمہیں سپاہیوں سے بچا لوں گا۔" وہ لٹکی ہوئی بیل کا ایک ٹکڑا اٹھاتا ہے اور اس کے ایک سرے کو آم کے درخت سے جوڑتا ہے۔ دوسرے سرے کو وہ اپنی کمر کے گرد باندھتا ہے۔ بڑی چھلانگ لگا کر وہ دریا پار کرتا ہے۔

افسوس! کٹی ہوئی بیل بہت چھوٹی ہے۔ نندا ریا نے مخالف سمت میں ایک درخت کو پکڑ لیا۔ لیکن وہ بیل کو باندھنے کے قابل نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں! ایک شاخ سے لٹکا ہوا، وہ اپنے جسم کو پھیلاتا ہے تاکہ اس کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔ ایک پل بن گیا!

وہ اپنے دستے کو پکارتا ہے: "جلدی کرو! جلدی کرو! انگور کی بیل کے پیچھے چلو اور میرے جسم کے ساتھ ساتھ کنارے پر پہنچنے کے لیئے درخت پر چڑھ جاؤ۔ ابھی جلدی آؤ، تاکہ سب بچ جائیں!"

ایک ایک کر کے بندر دریا کے دوسری طرف جاتے ہیں۔ آخری بندر نندا ریا کی پیٹھ پر زور سے چھلانگ لگاتا ہے اور بحفاظت چڑھ جاتا ہے۔ لیکن نندا ریا شاخ پر اپنی گرفت کھو دیتا ہے! وہ درخت سے پھینکا جاتا ہے! نیچے، نیچے وہ دریا میں کنارے پر گرتا ہے۔



بادشاہ بندروں کے بھاگتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ اب وہ نندا ریا کی طرف بھاگا۔ لیکن نندا ریا مدد سے باہر ہے۔ اس کے جسم سے جان نکل رہی ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ تم نے اپنے بارے میں سوچے بغیر اپنے لوگوں کو بچایا، میں نے ایسی قربانی کبھی نہیں دیکھی۔

لیکن نندا ریا نے جواب دیا، "جناب، ایک بادشاہ کو اپنی قوم کی فلاح و بہبود کو اپنی ذات سے بالاتر رکھنا چاہیے۔ میں نے جو کیا وہ صرف میرا فرض تھا۔"

"میں آپ کی عزت کرتا ہوں، بندروں کے مالک،" بادشاہ نے غمگین ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "اپنی آخری خواہش بتاؤ کہ میں اسے پورا کردوں۔"

"میرے لوگوں کو انسانوں کی خواہشوں سے آزاد رہنے دو،" نا ندریہ اپنا دم توڑتی سانس کے ساتھ کہتا ہے۔

اور بادشاہ حکم دیتا ہے۔ "اس کے بعد سے یہ درخت بالکل نا ندریہ کے لوگوں کے لیئے مخصوص کیا جائے گا اور آدمی کو اس کا پھل ہمیشہ کے لیے نہیں توڑنا چاہیے،" وہ اعلان کرتا ہے۔

پھر وہ اور اس کی فوج اس جگہ سے نکل جاتی ہے۔

جتک کہانی

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi **Urdu** Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi **Artist** Uma Krishnaswamy

تینالی رمن اور جادوگر



ایک دن ایک جادوگر وجیۓ نگر آیا۔ اس نے بادشاہ کے محل میں جادو کے کئی شاندار کرتب دکھائے۔ لوگوں نے مسحور ہو کر دیکھا۔ انہوں نے وقت گزرنے کا دھیان نہیں کیا۔

جادوگر نے ایک خالی ٹوکری زمین پر رکھ دی۔ اس نے اسے الٹا کر دیا۔ پھر اس نے اسے اٹھایا۔ پوف! ایک آم کا پودا تھا!

اس نے ایک میز پر پرندوں کا خالی پنجرا رکھا۔ اس نے پنجرے کا دروازہ کھولا۔ ایک کبوتر اڑ گیا! سب نے تالیاں بجائیں!



جادوگر نے کچھ چھوٹے پتھر اٹھا لیئے۔ زپ! وہ سونے کے سکوں میں بدل گئے! پھر اس نے اپنی آنکھیں مضبوطی سے بند کرلیں۔ بادشاہ کی انگلی سے انگوٹھی اڑ گئی۔ یہ سیدھا جادوگر کے پاس آئی!

لوگ بہت اچھا وقت گزار رہے تھے! یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی جادوگر کے ہنر کی تعریف کی۔ اس نے اسے تحفے اور انعامات سے بھری چاندی کی پلیٹ دی۔

لیکن جادوگر کو انعام سے زیادہ کچھ چاہیئے تھا۔ وہ ایک منصوبہ بنا کر وجۓ نگر آیا تھا۔ "کیا یہاں کوئی ہے جو جادو میں مجھ سے آگے نکل جائے؟ اگر ایسا ہے تو میں یہ سب تحفے چھوڑ دوں گا!" انہوں نے کہا. کوئی آگے نہیں بڑھا۔ ایسے ماہر جادوگر کو چیلنج کرنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی۔

پھر جادوگر نے کہا، "اگر کوئی مجھے ہرا نہیں سکتا، تو آپ کا ہوشیار وزیر، تینالی رمن، جب میں وجۓ نگر سے نکلوں گا تو میرے ساتھ آنا چاہیے!



تینالی رمن بھی سب کے ساتھ جادوگر کی کارکردگی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اپنا نام سن کر وہ چونک گیا۔ اس نے بادشاہ کی طرف دیکھا، جس کا مہربان چہرہ پریشانی سے چھا گیا تھا۔ "مجھے اس جادوگر کو پیچھے چھوڑنے کا کوئی طریقہ تلاش کرنا چاہیے،" اس نے سوچا۔

ایک لمحے کے بعد اس نے کہا، "اے عظیم جادوگر! میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں! میں تھوڑا سا جادو کروں گا جس کا آپ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

"میرے کرتب دیکھانے بعد، آپ کو بھی وہی کرتب دیکھانی ہوگی۔ لیکن میں یہ کرتب آنکھیں بند کر کے کروں گا، جبکہ آپ کو آنکھیں کھلی رکھکر کرنی ہوگی۔ کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟"

جادوگر ہچکچایا۔ تینالی رمن بہت چالاک تھا! وہ سرپرائز پلان کر رہا ہوگا۔ اور پھر بھی... آنکھیں بند کر کے کرنے کے مقابلے میں کھلی آنکھوں سے کوئی چال کرنا کتنا مشکل ہو سکتا ہے؟ آخر میں اس نے کہا، "یہ آسان لگتا ہے! میں مانتا ہوں! "

تینالی رمن پھولوں کے برتن کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں کچھ مٹی لی۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں مضبوطی سے بند کرلیں۔ آہستہ آہستہ اور احتیاط سے اس نے اپنی پلکوں پر مٹی گرائی۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں کپڑے سے اچھی طرح صاف کیں۔ وہ جادوگر کی طرف متوجہ ہوا۔ "آئیے دیکھتے ہیں آپ یہ چال کھلی آنکھوں سے کیسے کرتے ہیں!" انہوں نے کہا۔



جادوگر اپنے یقین سے ڈگمگا گیا۔ وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا۔ احتراماً اس نے سر جھکا لیا۔ پھر وہ وجئے نگر سے چلا گیا، کبھی واپس نہ آنے کے لیئے۔

"ہورے!" لوگوں نے کہا. "تینالی رمن نے ایک بار پھر فتح حاصل کی ہے!"

" آپ نے ہماری عزت کو برقرار رکھا!" بادشاہ نے کہا. اور اس نے تینالی رمن کو خوب انعام دیا۔



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

اپو اور اسکے دوست



اپو چھوٹے ہاتھی کے وسیع جنگل میں بہت سے دوست ہیں۔ اور یہ ان کے ساتھ کھیلنا پسند کرتا ہے۔ لیکن آج اپو اپنے دوستوں میں شامل نہیں ہوتا۔ وہ بغیر چلے یا بولے خود ہی بیٹھ جاتا ہے۔

اپو کے دوست اسے دیکھنے آتے ہیں۔ وہ اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

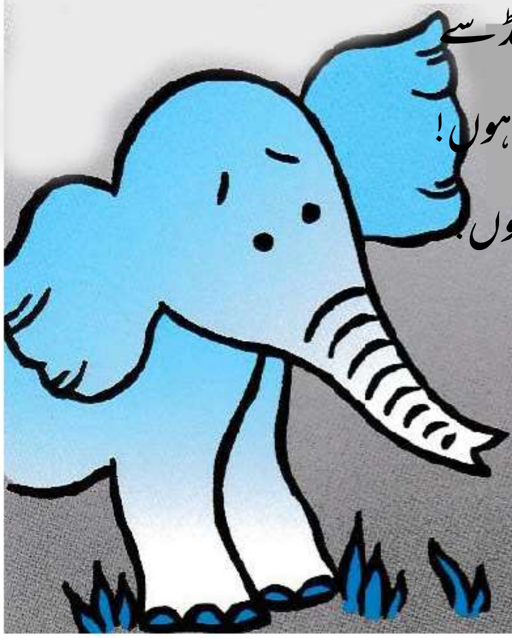
نیلی چڑیا : ہیلو، اپو۔ تم ہمارے ساتھ کھیلنے نہیں آئے۔ کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کیوں ؟

اپو خاموشی سے کھڑا ہے، اس کا بڑا سر جھک رہا ہے، اس کا سونڈ زمین کو صاف کر رہا ہے۔



نیلی چڑیا : میں جانتی ہوں ! یہ آپ کا لمبا، لٹکتا ہوا سونڈ ہے- یہی چیز آپ کو اداس کر رہی ہے، ٹھیک ہے ؟

اپو : (سر ہلاتے ہوئے) نہیں ! میں اپنے سونڈ سے محبت کرتا ہوں ! میں اس سے بہت کام کر سکتا ہوں ! میرے سونڈ کا شکریہ، میں ایک بہترین کارکن ہوں۔



بندر جھولتا ہوا آتا ہے۔

بندر : میں جانتا ہوں ! یہ آپ کا چھوٹا، چھوٹا سا دم ہے- یہی آپ کو اداس کر رہا ہے، ٹھیک ہے ؟ تم میری طرح درختوں میں جھول نہیں سکتے۔

اپو : (پاؤں پر مہر لگاتے ہوئے) میری دم چھوٹی ہے، لیکن یہ میرے لیے مفید ہے!
میں آپ کی طرح درختوں میں جھولنا نہیں چاہتا!



ہرن : میں جانتا ہوں! آپ کا مسئلہ آپ کی موٹی ٹانگوں کا ہے- وہ آپ کو اداس کر رہے ہیں، ٹھیک ہے؟ تمہاری ٹانگیں میری طرح خوبصورت اور پتلی نہیں ہیں۔

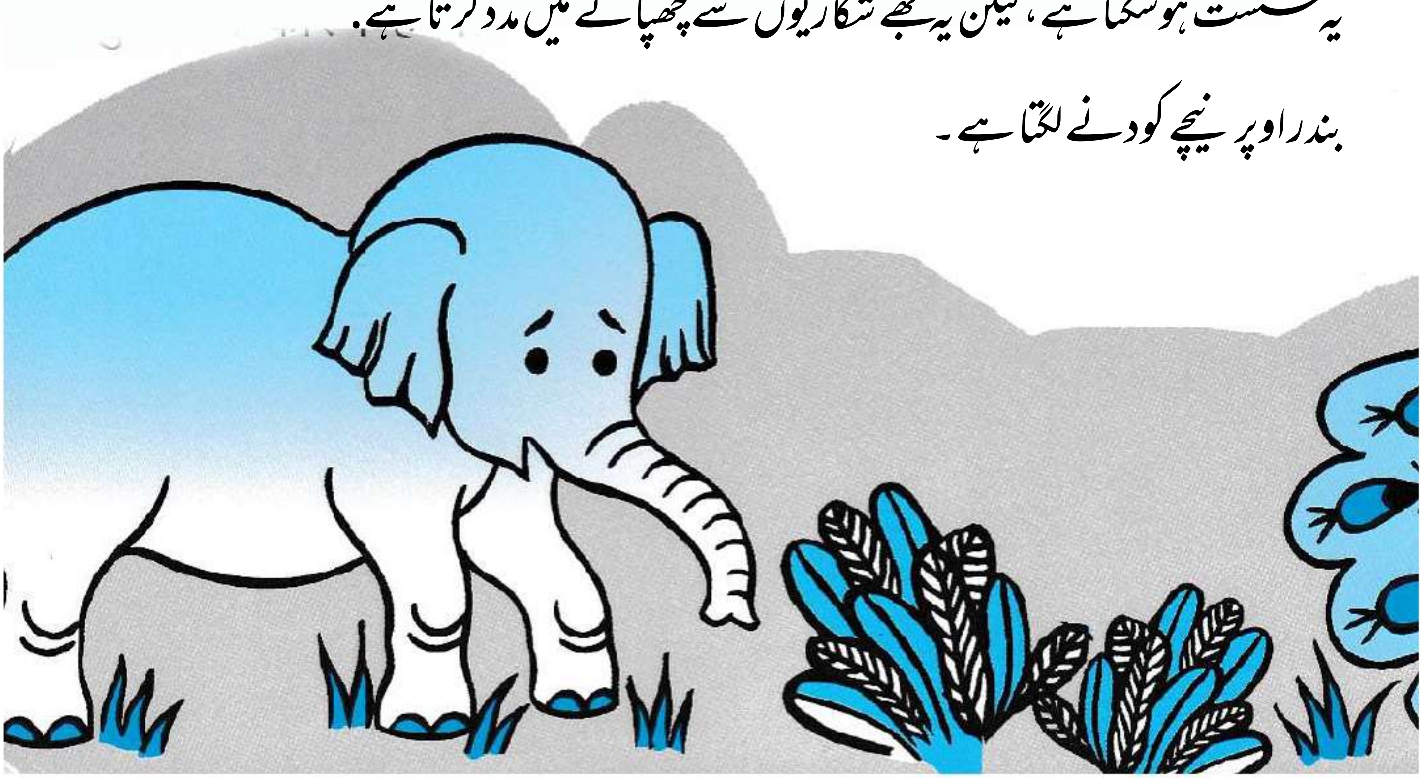
اپو : (آنکھیں گھماتے ہوئے) نہیں نہیں! مجھے اپنی ٹانگیں بہت پسند ہیں۔ وہ مضبوط اور شاندار ہیں۔ میں انہیں پسند کرتا ہوں جیسے وہ ہیں! ہمپف!!

اب مور اوپر اڑ کر آگیا۔

مور : میں جانتا ہوں! یہ آپ کا ہلکا بھوری رنگ ہے- یہی آپ کو اداس کر رہا ہے، ٹھیک ہے؟ آپ کو روشن سبز اور نیلا چاہتے ہیں جیسے میرے خوبصورت پروں پر ہیں۔

اپو : (زور سے ہنستے ہوئے) ہرگز نہیں! مجھے اپنا سادہ، سرمئی رنگ پسند ہے۔
یہ سست ہو سکتا ہے، لیکن یہ مجھے شکاریوں سے چھپانے میں مدد کرتا ہے.

بندر اوپر نیچے کودنے لگتا ہے۔





بندر: پھر اپنی مصیبت کو بھول جاؤ، جو بھی ہو! ہمارے ساتھ آؤ!
ہم کچھ گنے پر دعوت دینے جا رہے ہیں۔

اپو: (دکھ سے) نہیں! میں کسی چیز پر دعوت نہیں دینا چاہتا۔ میں بہت موٹا ہوں!

اب اپو رونے لگتا ہے۔

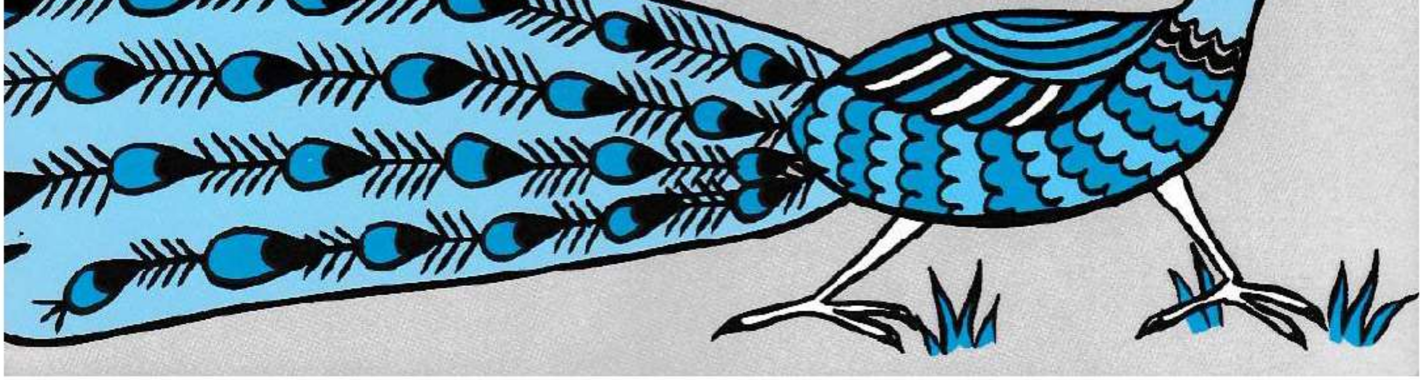
ریچھ: کیا یہ آپ کی پریشانی ہے؟ لیکن آپ بالکل بھی موٹے نہیں ہیں! آپ کا جسم بڑا اور مضبوط ہے، جیسا کہ ہاتھی کا ہونا چاہیے!

اپو: (مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے) موٹا تو نہیں؟ سنو۔ تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا! ایک کاٹنا نہیں! لیکن میں نے کوئی وزن کم نہیں کیا!

اچانک انہیں ایک چیخ سنائی دیتی ہے۔ "میری مدد کرو! کوئی میری مدد کرے!" جانور اپو کو چھوڑ کر آواز کی طرف بھاگتے ہیں۔ وہاں! ایک لومڑی رو رہی ہے! یہ ایک گرے ہوئے درخت کے نیچے پھنس گئی ہے!

لومڑی: آہ... آہ... اوچ! اوہ!! براہ کرم میری مدد کریں!

بندر، مور اور ہرن درخت کو دھکیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وہ ایک شاخ بھی نہیں ہلا سکتے!



سب : بیچاری لومڑی! کسی نہ کسی طرح ہمیں اسے بچانا ہے!

وہ اپو کے پاس بھاگتے ہیں اور اسے وہاں لے آتے ہیں جہاں لومڑی پھنسی ہوئی ہے۔

اپو : (اس کی سونڈ جھولاتے ہوئے) ہٹو تم سب! مجھے کوشش کرنے دو!

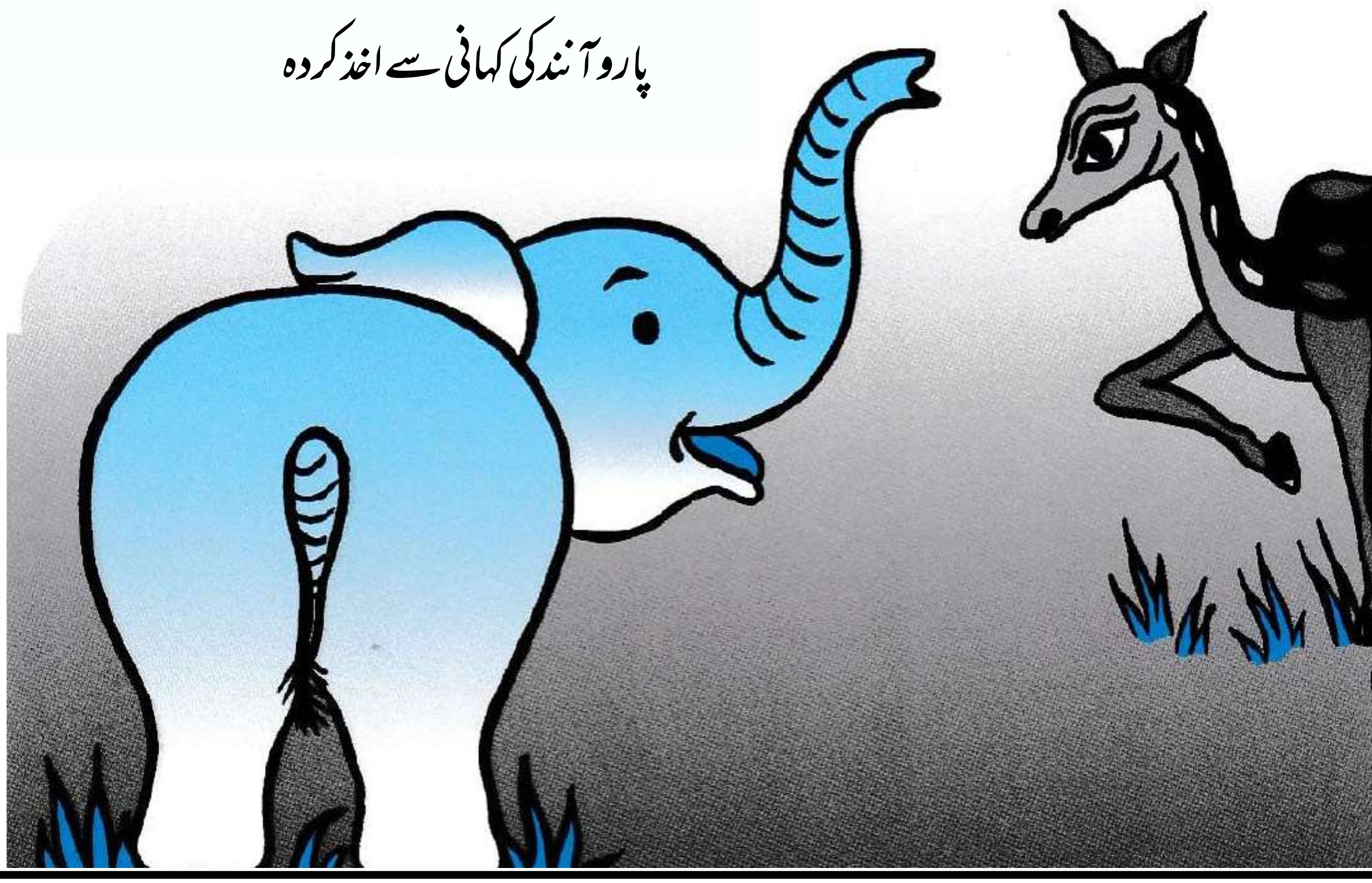
اپو تیزی سے درخت کو اپنے تنے کے ساتھ کھینچتا ہے۔ سوییش!

سب : یا! شاباش! دیکھو اپو! صرف آپ ہی لومڑی کو بچا سکتے ہیں!

بندر : اب سمجھ آیا؟ آپ کے سائز کا شکریہ، آپ جنگل میں سب سے طاقتور جانور ہیں!

اپو : (چنگھاڑ) ہاں! جی ہاں! میں ہوں! اور اب، چلو کھاتے ہیں : اس سارے کام نے مجھے بھوکا کر دیا ہے!

پارو آنند کی کہانی سے اخذ کردہ



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

ہمارا لیڈر



ایک بار ایک گہرا، تاریک جنگل تھا۔ بہت سے جانور وہاں اکٹھے رہتے تھے۔ ان کا لیڈر شیر تھا۔

تمام جانور شیر کی عزت کرتے تھے۔ جب بھی انہیں کوئی پریشانی ہوتی تو وہ اس سے مشورہ لینے آتے۔ شیر نے ہر مسئلہ کو سمجھداری سے حل کیا، اور جانوروں نے خوشی سے اس کے فیصلوں کو قبول کیا۔

ایک دن شکاریوں کا ایک گروہ جنگل میں داخل ہوا۔ جانور سب گھبرا گئے! وہ شیر کی طرف بھاگے۔ "شکاری آرہے ہیں! شکاری آرہے ہیں!" انہوں نے اسے بتایا۔

شیر اپنے غار سے باہر نکلا اور کہا یہیں ٹھہرو، پرسکون رہو، میں شکاریوں سے لڑوں گا اور انہیں بھگا دوں گا۔

شیر نے جلدی سے شکاریوں کو ڈھونڈ نکالا۔ یہ ایک دھاڑ کے ساتھ ان کی طرف لپکا۔ کچھ شکاری بھاگے۔ لیکن چند لڑنے کے لیے ٹھہرے۔



انہوں نے شیر کو زخمی کر دیا! لیکن شیر نے ہمت نہ ہاری۔ آخر کار اس نے شکاریوں کو شکست دی۔ وہ جتنی جلدی ہو سکے جنگل سے باہر نکل آئے۔

تمام جانوروں نے شیر کا شکریہ ادا کرنے کے لیے جلدی کی۔ لیکن یہ کیا تھا؟ شیر درد سے کانپ رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں! جانوروں نے اسے اس کے غار میں واپس آنے میں مدد کی۔ وہ بے چینی سے شیر کے بہتر ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

کئی دن گزر گئے۔ لیکن شیر کی ٹانگیں ٹھیک نہ ہوئیں۔ تو جانوروں کو وہیل چیئر مل گئی۔ شیر کرسی پر بیٹھتا اور آہستہ آہستہ جنگل کے چکر لگاتا۔ جانور اسے روزانہ کھانا لاتے اور اس کی دیکھ بھال میں مدد کرتے۔

تھوڑی دیر بعد کچھ جانور اس سے تھک گئے۔ انہوں نے شیر کا کھانا لانا بند کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس سے مدد یا مشورہ لینا بھی چھوڑ دیا۔



لیکن بہت سے جانور شیر کے وفادار رہے۔ اور یہ بدلے میں ہمیشہ ان کو دیکھنے کے لیئے بے تاب رہتا تھا۔ یہ جنگل کی ان کی خبروں کو شوق سے سنتا تھا اور ان کے مسائل حل کرتا تھا۔ اس نے ان کی ہر طرح سے مدد کی۔

ایک دن جنگل بہت پر سکون لگ رہا تھا۔ شیر بالکل اکیلا بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوسرے جانوروں کو ڈھونڈنے نکلا۔ وہ اپنی وہیل چیئر پر جنگل سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

جلد ہی اسے جانور مل گئے۔ وہ سب ایک جگہ جمع تھے۔ کیا تعجب ہے! وہ میٹنگ کر رہے تھے۔ شیر نے ان کی گفتگو کو غور سے سنا۔

ایک جانور نے کہا، "اب وقت آگیا ہے کہ ہم ایک نیا لیڈر منتخب کریں!" "نہیں نہیں!" ایک اور نے کہا۔

"شیر ہمیشہ ہمارے مسائل حل کرتا ہے،" کسی نے کہا۔



"لیکن اس میں وہ طاقت نہیں ہے جو اس میں پہلے تھی!" کسی اور نے کہا۔ "یہ ہمیں خطرے سے کیسے بچا سکتا ہے؟"

تب ایک بوڑھے جانور نے کہا، "شیر کا جسم کمزور ہے۔ لیکن اس کا دماغ اب بھی مضبوط ہے۔ یہ طویل تجربے سے جنگل کے راستے جانتا ہے۔ اس لیے یہ مشکل وقت میں بھی ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔"

جانوروں نے کچھ دیر سوچا۔ پھر ان سب نے شیر کو اپنا لیڈر بنانے کا انتخاب کیا۔

شیر نے بحث کو غور سے سنا تھا۔ اب وہ اپنے غار میں واپس آگیا۔ یہ بہت خاموشی سے اپنی وہیل چیئر پر بیٹھا انتظار کرنے لگا۔

جلد ہی کوئی مسئلہ لے کر آیا۔ شیر نے جلدی سے بہترین حل نکال لیا۔ اس کے بعد دو خرگوشوں کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔ یہ بھی آسانی سے حل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد کوئی اور کھانا لے آیا۔

دن ایک عام دن میں بدل گیا۔ اور جنگل میں ہم آہنگی بحال ہو گئی۔



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

کمل ناراض کیوں ہے ؟

"سب شہد کی مکھیاں کہاں جاتی ہیں ؟ آج میں ان کا پیچھا کر کے معلوم کروں گی !" تجسس سے ، ایک چھوٹی شہد کی مکھی چھتے سے نکل گئ ۔

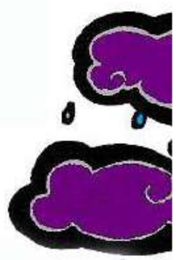
تھوڑی ہی دیر میں چھوٹی شہد کی مکھی ایک کمل کے تالاب ہیں آگئ ۔ وہاں اسے ایک خوبصورت کمل کا پھول نظر آیا ۔ یہ اڑکر نیچے گری ۔ کمل کانپ گئ ۔ پھول سے ایک پنکھڑی ڈھیلی ہوئی تھی ۔ اس سے کمل ناراض ہوگئ ۔ "تمہارے لیئے کوئی امرت نہیں !" اس نے کہا. "چلے جاؤ ! "

"کمل مجھ سے ناراض کیوں ہے ؟" چھوٹی شہد کی مکھی کو حیرت ہوئی ۔ یہ جتنی تیزی سے ہوسکتا تھا اڑگئ ۔

چھوٹی شہد کی مکھی درخت کی شاخ پر آرام کرنے آئی ۔ سورج پتوں سے چمک رہا تھا ۔ شہد کی مکھی نے سورج کی کرنوں کو دیکھا اور کہا ۔









خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا

مجھے کوئی امرت۔

اوہ، روشن اور خوبصورت سورج کی کرنیں،

کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتے ہیں؟

سورج کی کرنوں نے کہا، "فکر نہ کرو! ہم کمل پر چمکیں گے اور اسے خوش کر دیں گے۔" کمل کے پھول پر سنہری کرنیں چمک رہی تھیں۔ اس نے اپنی پنکھڑیوں کو دھوپ کے لیئے کھول دیا۔



لیکن اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کو کوئی امرت نہیں پیش کیا!

کتنی مایوسی ہے! چھوٹی شہد کی مکھی کچھ دیر کمل کے پاس منڈلاتی رہی۔ پھر اداسی سے اڑ گئی۔

اب تالاب پر نرم ہوائیں چلنے لگیں۔ چھوٹی شہد کی مکھی نے انہیں محسوس کیا اور کہا۔

خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا مجھے کوئی امرت۔

اوہ، پیاری، نرم ہوائیں، کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتی ہیں؟



ہواؤں نے جواب دیا، "فکر نہ کرو! ہم کمل پر ہلکے سے پھونک ماریں گے اور اسے تازہ اور ٹھنڈا محسوس کریں گے۔"

انہوں نے پھول پر آہستہ سے پھونک ماری۔ کمل نے خوشی سے اپنی پنکھڑیوں کو لہرایا۔ لیکن اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کو کوئی امرت نہیں پیش کیا!

بیچاری چھوٹی شہد کی مکھی! "میں کمل کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے تعجب کیا. تبھی کچھ بادل آسمان پر آ گئے۔

شہد کی مکھی نے ان کے سائے کو دیکھا اور اوپر دیکھا۔ اس نے کہا،

خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا
مجھے کوئی امرت۔
اوہ، سیاہ اور خوبصورت بارش کے بادل،
کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتے ہیں؟

"فکر نہ کرو" بادلوں نے کہا۔ "ہم کمل پر بارش کریں گے اور اسے اچھا غسل دیں گے۔" ایک ہلکی بارش تالاب پر پڑی۔ تمام پودے خوش ہو گئے اور تازہ دم ہو گئے۔ کمل نے بارش کی بوندوں میں نہایا اور اس نے بھی تر و تازہ محسوس

لیکن اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کو کوئی امرت نہیں پیش کیا!

چھوٹی شہد کی مکھی بہت تھکی ہوئی محسوس کی! یہ اداسی اور خاموشی سے اڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا کہ ایک الّو درخت کی شاخ پر سو رہا ہے۔

اس نے اُلّو سے کہا،

خوبصورت، پیارا کمل نہیں دے گا

مجھے کوئی امرت۔

اوہ، عقلمند اور پیارا اُلو،

کیا آپ اس کا ذہن بدل سکتے ہیں؟

اُلو نے چھوٹی شہد کی مکھی سے کہا کہ قریب آؤ میں تمہیں ایک راز بتا تا ہوں۔ چھوٹی شہد کی مکھی اُلّو کے قریب پہنچی۔ اُلو نے چھوٹی شہد کی مکھی کے کان میں سرگوشی کی۔ اُلّو نے کیا کہا کسی اور نے نہیں سنا- حالانکہ انھوں نے کوشش کی۔

اب چھوٹی شہد کی مکھی امید کے ساتھ تالاب کی طرف اڑ گئی۔ بہت، بہت نرمی سے یہ کمل کے پھول پر بیٹھ گئ۔ بہت اچھے اور شائستگی سے پوچھا، "کیا تم مجھے کچھ امرت دوگے؟"

اچانک کمل کو مزید غصہ نہیں آرہا تھا۔ اس نے چھوٹی شہد کی مکھی کا استقبال کیا۔ "جتنا چاہو لے لو!" اس نے کہا۔

چھوٹی شہد کی مکھی نے دنیا کا سب سے بڑا راز جان لیا!



ایک ہندوستانی لوک کہانی، جو شوپتا پنجا کے دوبارہ بیان پر مبنی ہے۔

© Katha Jharna 2008

P. Saraswati V. Vijayakanthi

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

Urdu Mohammad Naseem

Artist Uma Krishnaswamy

داداگاندھی

یہ 2 اکتوبر کا دن گاندھی جی کا یوم پیدائش تھا۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی انہیں "سالگرہ مبارک ہو!" کہنے اور پھولوں کا ہار پہنانے گئے۔

آشرم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی کھادی کے بنے ہوئے کپڑے پہنے تھے۔ یہاں تک کی ٹوپیاں بھی کھادی کی تھیں!

ہم گاندھی جی کے پاس آئے اور انہیں ہار پہنائے۔ گاندھی جی مسکرائے۔ "اگلی بار کیا آپ مجھے واقعی اچھا تحفہ لائیں گے؟" انھوں نے پوچھا۔

"آپ کو کیا تحفہ چاہیے؟ ہمیں بتائیں، دادا!"

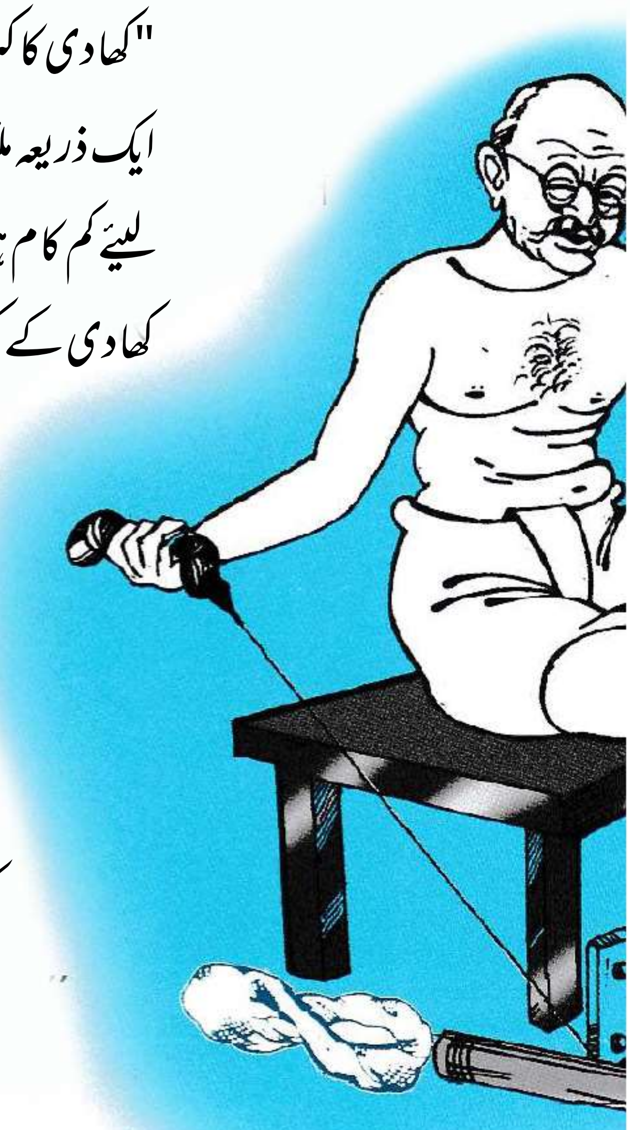


"مجھے اپنے ہاتھوں سے کاتا ہوا سوت سے بندھا ہوا مالا لاؤ۔ کیا آپ لائینگے؟" انھوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن ہم نہیں جانتے کہ چرخہ سے سوت کیسے کاتا جاتا ہے!" میرے چھوٹے بھائی نے کہا۔ گاندھی جی نے جواب دیا، "اپنی ماں اور باپ سے کہیں کہ وہ آپ کو سکھا دینگے۔"

گھر کے راستے میں، میرے چھوٹے بھائی نے مجھ سے پوچھا، "دادا گاندھی کیوں چاہتے ہیں کہ ہم کاتنا سیکھیں؟"

میں نے گاندھی جی کے خیال کی وضاحت کی جس طرح میں کر سکتا تھا۔ "کھادی کا کپڑا بُننے سے گاؤں والوں کو اپنے خاندانوں کا پیٹ پالنے کا ایک ذریعہ ملتا ہے۔ اگر ہم بیرون ملک سے کپڑا خریدیں گے، تو ان کے لییۓ کم کام ہوگا۔ اسی لییۓ دادا گاندھی چاہتے ہیں کہ ہم سوت کاتیں اور کھادی کے کپڑے پہنیں۔"



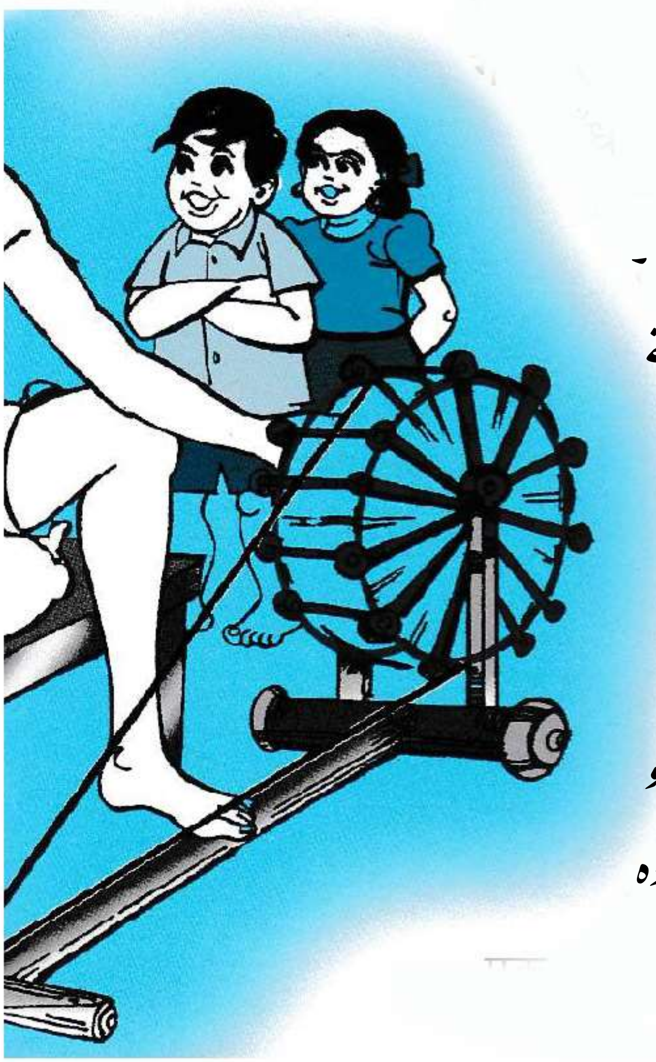
جب ہم گھر پہنچے تو ہم نے اپنی والدہ کو آشرم جانے کے بارے میں بتایا۔ انھوں نے گاندھی جی اور آزادی کی جدوجہد کے بارے میں کچھ اور وضاحت کی۔ انہوں نے کہا، "گاندھی جی برطانوی راج سے ہماری آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں۔ کھادی اس کوشش کا ایک اہم حصہ ہے۔"

اسی دن ہم نے چرخہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔

گاندھی جی ٹرین میں بہت سفر کرتے تھے ۔ انھوں نے پورے بھارت کا سفر کیا ۔ ایک بار وہ ٹرین سے مدورائی گئے ۔ انہوں نے بہت سے لوگوں سے بات کی اور انہیں کھادی استعمال کرنے کی تلقین کی ۔ ان کے جواب نے انھیں دکھ دیا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم کھادی خریدنے کے لیے اتنے غریب ہیں ۔ "یہ بہت مہنگا ہے ۔"

مدورائی میں، گاندھی جی نے بہت سے کسانوں کو کھیتوں میں اپنے لنگوٹے میں کام کرتے دیکھا ۔ وہ ان کی غربت سے پریشان تھے ۔

ایک دن وہ دریا میں نہانے گیئے ۔ وہاں ایک عورت اور اس کا بچہ تھا ۔ عورت اپنی ساڑھی کا آدھا حصہ دریا میں دھو رہی تھی ۔ اس نے باقی آدھا اپنے جسم کے گرد لپیٹ رکھا تھا ۔ اس کے پاس یہ واحد ساڑھی تھی! اور یہ بھی پھٹی ہوئی تھی!



عورت کی غربت نے گاندھی جی کے دل کو گہرائی سے چھوا ۔ انھوں نے اپنی شال اتار کر اسے دے دی ۔ اس نے اپنے پاس موجود تمام کپڑوں کے بارے میں سوچا ۔
"ملک میں اتنے غریب لوگوں کے ساتھ، ہیں مختلف قسم کی قمیض کیسے پہن سکتا ہوں؟ یہ ٹھیک نہیں ہے ۔"

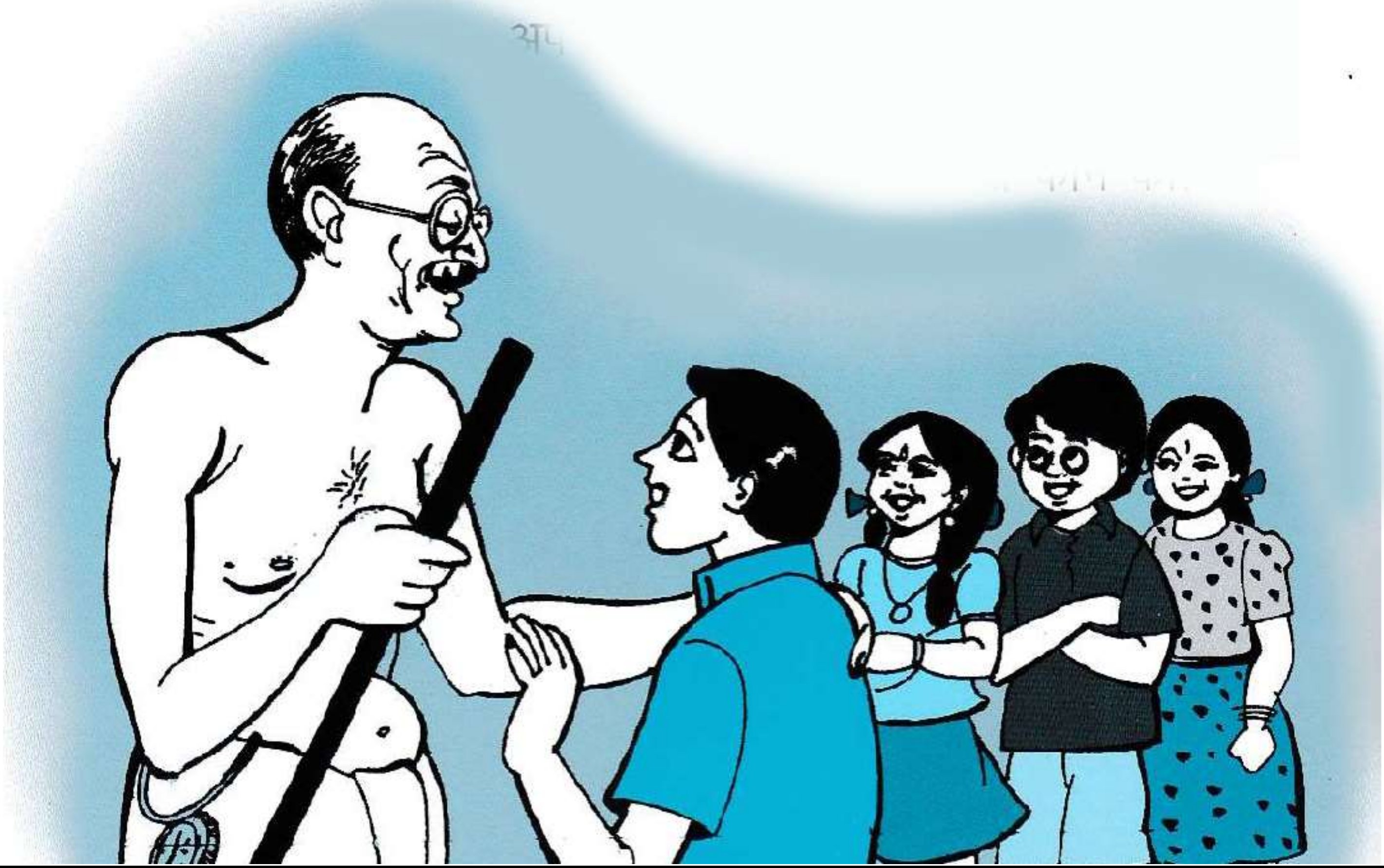
اس کے دماغ میں ایک طوفان برپا تھا ۔ 22 ستمبر 1921 کو انھوں نے اپنا معمول کا لباس ترک کر دیا اور صرف ایک سادہ سفید لنگوٹ پہننا شروع کر دیا ۔

ایک بار ایک چھوٹا لڑکا سابرمتی آشرم میں گاندھی جی سے ملنے آیا۔ "دادا، آپ نے قمیض کیوں نہیں پہنی ہوئی؟ کیا میں اپنی ماں سے آپ کے لیئے ایک سلائی کرنے کو کہوں؟" اس نے پوچھا۔

گاندھی جی نے مسکرا کر جواب دیا، "آپ کی ماں میرے لیے کتنی قمیضیوں کی سلائی کر سکتی ہے؟"

"یہ بتاؤ کہ دادا جان آپ کو کتنی قمیضیں چاہیے، میں انہیں آپ کے لیئے بنانے کو کہوں گا۔"

"میرے 40,00,00,000 بھائی بہن ہیں،" گاندھی جی نے کہا۔ "جب وہ قمیض کے بغیر ہیں تو میں کیسے پہن سکتا ہوں؟" انھوں نے پیار سے پوچھا۔



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

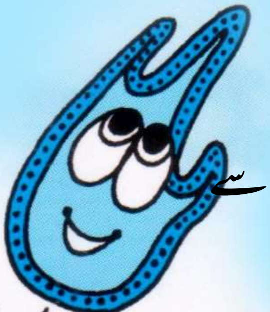
Artist Uma Krishnaswamy

پانی کے قطرے کا سفر



ایک دفعہ مٹی کا ایک برتن دھوپ میں رکھا رہ گیا۔ اس کے اندر پانی اوپر تک بھرا تھا۔ ایک قطرہ سطح پر تیرنے لگا۔

قطرہ سورج کی کرنوں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے روشنی کی طرف اٹھنے کے لیے دباؤ ڈالا۔ برتن کے کنارے کے ساتھ خود کو دباتے اور کھینچتے ہوئے، یہ کنارے کے اوپر چڑھ گیا!



بس ایک لمحے کے لیئے قطرہ کو خوف محسوس ہوا۔ پھر سورج کی طرف دیکھا! خوشی سے یہ بھاپ بن کر آسمان پر اٹھا۔



قطرہ بھاپ کی شکل میں اوپر کی طرف تیرتا رہا اور پھر کچھ پھیلے ہوئے سفید بادلوں پر جمع ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دوسرے قطروں کو دیکھا۔ وہ سب اسی طرح آسمان پر اٹھے تھے۔ اس نے قریب ترین قطروں سے پوچھا کہ سورج تک کیسے جانا ہے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا۔

قطروہ کئی دنوں تک بادلوں کے درمیان بھٹکتا رہا۔ یہ ادھر ادھر بہکتا رہا۔ ایک دن اس نے ایک نئے بادل کو قریب آتے دیکھا۔ یہ بادل سفید اور پھولا ہوا نہیں تھا۔ یہ بڑا اور موٹا اور سیاہ تھا۔ قطرہ اچھل کر نئے بادل کی طرف بڑھ گیا۔

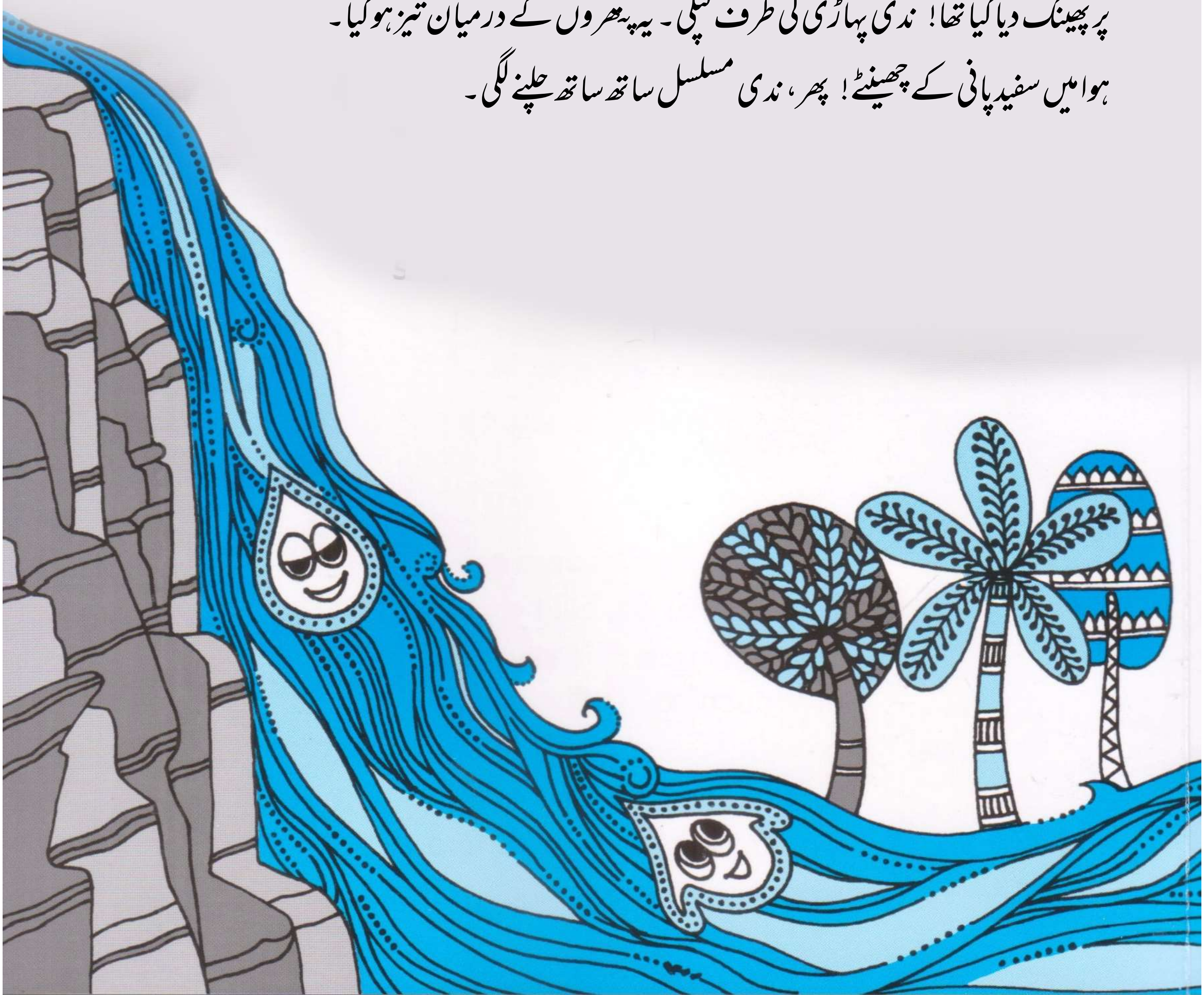




اس رات سیاہ بادل بے چین تھے ۔ یہ مڑا اور مڑ گیا۔ یہ گرج چمک کے ساتھ لرز اٹھا۔ قطرہ کو احساس ہوا کہ وہ غلط جگہ پر آگئی ہے ۔

ایک تیز ہوا نے بادل سے بوند کو اڑا دیا۔ بارش کی بوندوں کے درمیان گرا تھا۔ بجلی چمکی ! بارش کی بوندیں بہتی ہوئی ندی میں چھلک پڑیں ۔

قطرہ کو محسوس ہوا کہ ندی کا پانی بڑھتا اور گرتا ہے ۔ اچانک ایک پہاڑ کے کنارے پر پھینک دیا گیا تھا ! ندی پہاڑی کی طرف لپکی ۔ یہ پتھروں کے درمیان تیز ہو گیا۔ ہوا میں سفید پانی کے چھینٹے ! پھر، ندی مسلسل ساتھ ساتھ چلنے لگی ۔



قطرہ نے اپنے قریب موجود دیگر قطروں سے پوچھا کہ ندی کا رخ کہاں ہے۔ "یہ عظیم دریا میں شامل ہونے کے لیئے دوڑ رہا ہے"، انہوں نے کہا۔

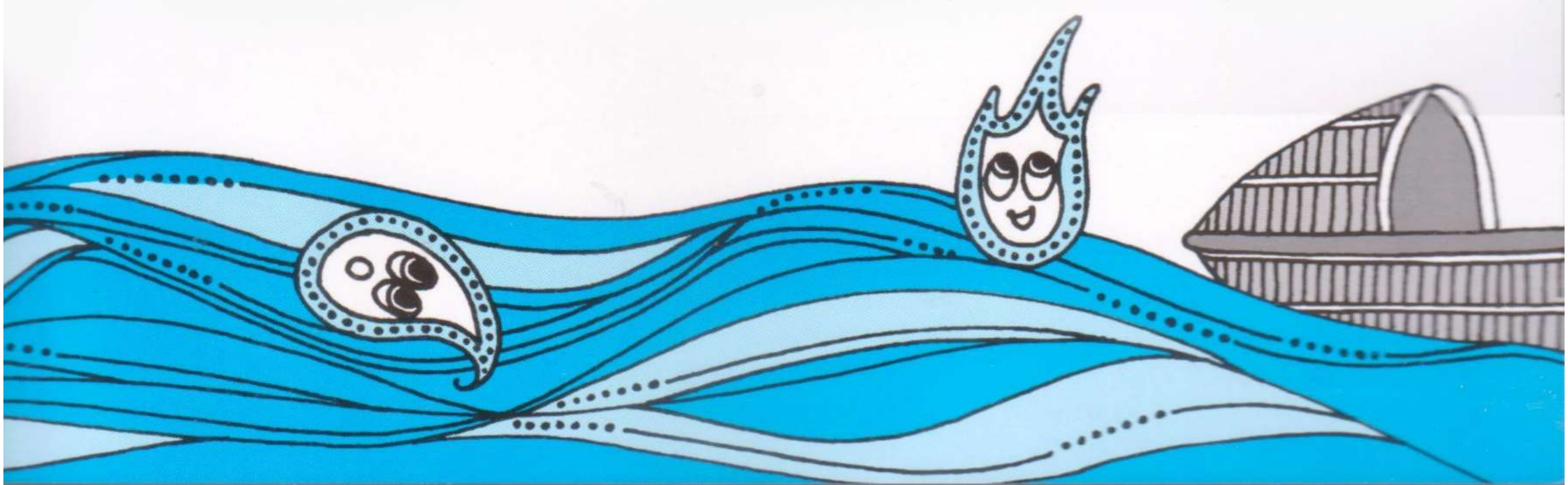
اور وہیں تھا، عظیم دریا۔ یہ وسیع اور بھرا ہوا تھا۔ درخت دونوں کناروں پر لٹک رہے تھے۔ سورج کی روشنی سایئوں کے درمیان چمک رہی تھی۔

قطرہ نے خوشی سے دیکھا۔ اس نے پانی کی تیز رفتار حرکت کو پسند کیا۔ سفر کا مزہ کیسا تھا! لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سفر زیادہ دیر نہیں چلے گا۔

اب دریا سمندر میں جا گرا۔ سمندر کے پانیوں نے ہر قطرہ کو آغوش میں لے لیا۔

لہروں کے نیچے سے قطرہ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آہ! ہلکے سفید بادل منڈلا رہے تھے۔ قطرہ کو یاد آیا کہ وہ کیسے مٹی کے برتن سے نکل کر ان سفید بادلوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اب اس نے سورج کی طرف دیکھا۔

اچانک قطرہ کو معلوم ہوا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے پانی کی سطح پر اپنا راستہ گھمایا۔ اوپر کی طرف تناؤ، یہ گرم سورج کی روشنی سے ملا۔ ایک بار پھر، یہ پانی کے بھاپ کی شکل میں آسمان پر اُٹھا۔





اب اس نے بے اختیار سورج کی طرف دیکھا۔ اور جب رات پڑی تو ستاروں کی چمک میں ڈوب گئی۔

ایک دن قطرہ نے زمین کی طرف دیکھا۔ اس نے وہ سمندر دیکھا جس سے یہ نکلا تھا۔ اس نے دریا اور بہتے ہوئے ندی کو دیکھا۔ ہر وہ چیز جو وہ گزری تھی اس کے سامنے چمک رہی تھی۔

قطرہ کے گرد چھوٹے چھوٹے بادل جھومنے لگے۔ اس نے خود کو اوپر کی طرف کھینچا اور ان کے اوپر آسمان کے بلند ترین مقام پر پہنچ گیا۔

پھر یہ دھند میں تحلیل ہو گیا۔ دھند پھیل گئی اور ارد گرد کی ہوا میں ضم ہو گئی۔

کرسٹوفر ای جونز کے "پانی کا ایک قطرہ" سے اخذ کردہ

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

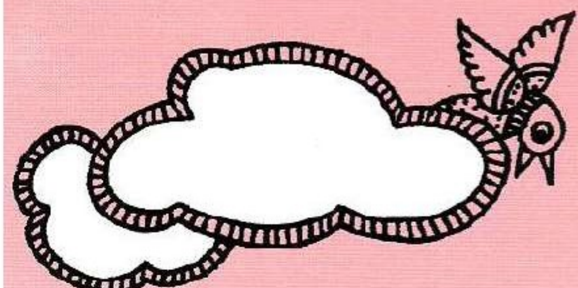
Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

بچہ جو سورج کے ساتھ کھیلتا تھا۔









ہنومان جب چھوٹا تھا تو بہت شرارتی بندر تھا۔ وہ کسی بھی چیز سے ایک کھیل بناتا تا! اس کی ماں انجانا اسے بالکل سنبھال نہیں سکتی تھی۔

ایک بار ہنومان نے دیکھا کہ سورج کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی ہے۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ وہاں سورج تھا! یہ ایک بڑے سرخ پھل کی طرح تھا۔ اوپر، اوپر، اس نے اسے پکڑنے کے لئے چھلانگ لگائی۔ "میں تمہیں کھانے جا رہا ہوں!" اس نے کہا۔



سورج خوش نہیں تھا۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن ہنومان نے پورے آسمان میں اس کا پیچھا کیا۔ دن رات میں بدل گئی اور رات دن میں بدل گئی۔ تعاقب جاری رہا۔ ہنومان کے لیے کتنا خوشگوار کھیل!

سورج جانتا تھا کہ اسے مدد کی ضرورت ہے۔ اس نے اندر کو پکارا۔ جب اندر نے دیکھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے ہنومان کو بجلی کی تیز چمک سے مارا! ہنومان کی سانس رک گئی۔ وہ گرنے لگا۔ ہنومان کے الٰہی باپ، وایو نے اسے درمیان میں پکڑلیا۔ "تم ایک چھوٹے بچے کو ایسا کیسے مار سکتے ہو؟" اس نے اندر پر غصہ کیا۔

ہوا، وایو کی تیز رفتار، اب ایک گہرا سانس لیا اور دنیا کی تمام ہوا کو پی لیا۔ سمندری طوفان سائیکلون، ہریکین اور ٹورناڈو پوری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لئے۔ پہاڑ ہلنے لگے! سب لوگ گھبرا گئے۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے۔

تب وایو بولا: "میرے بیٹے کی سانس بحال کرو، اور میں اسے دنیا میں بحال کروں گا۔"



وہ ہنومان کو زمین کے اندر لے گیا اور انتظار کرنے لگا۔

ہوائیں تھم چکی تھیں۔ درخت اور پھول اور جھاڑیاں اور بیلیں اور انسان اور جانور- تمام جاندار- سانس کے لیے ہانپ رہے تھے۔

جلد ہی کہیں سے کوئی آواز نہ آئی۔ ہوا کے بغیر زمین مر رہی تھی۔

دیوتا گھبرانے لگے۔ "براہ کرم اندر کو معاف کر دیں،" انہوں نے کہا، اور ہنومان نے دوبارہ زندگی کا سانس لیا۔

انہوں نے ہنومان کو محفوظ رکھنے کے لیے تحفہ بھی دیا :

"گرج اور بجلی آپ کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گی!"

"آپ جہاں بھی جانا چاہتے ہیں پرواز کر سکتے ہیں!"

"آپ اپنی مرضی سے اپنی شکل اور سائز تبدیل کر سکتے ہیں!"

اس طرح انہوں نے ہنومان کو خصوصی طاقتوں سے نوازا۔





لیکن وایو مطمئن نہیں تھا۔ "کیا میرا بیٹا ان خصوصی طاقتوں کو استعمال کرنا جانتا ہے؟ وہ عقل کے بغیر بیکار ہیں،" اس نے دیوتاؤں سے کہا۔

"فکر نہ کرو!" دیوتاؤں نے کہا. "ہنومان اپنی عقل کے ساتھ ساتھ اپنی جسمانی طاقتوں کے لیے بھی مشہور ہوں گے!"

آخر وایو نے سانس چھوڑی۔ ہلکی ہلکی ہوائیں چلنے لگیں۔ ساری زمین پر انسان، جانور اور پودے زندگی کی طرف لوٹ آئے۔



Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy

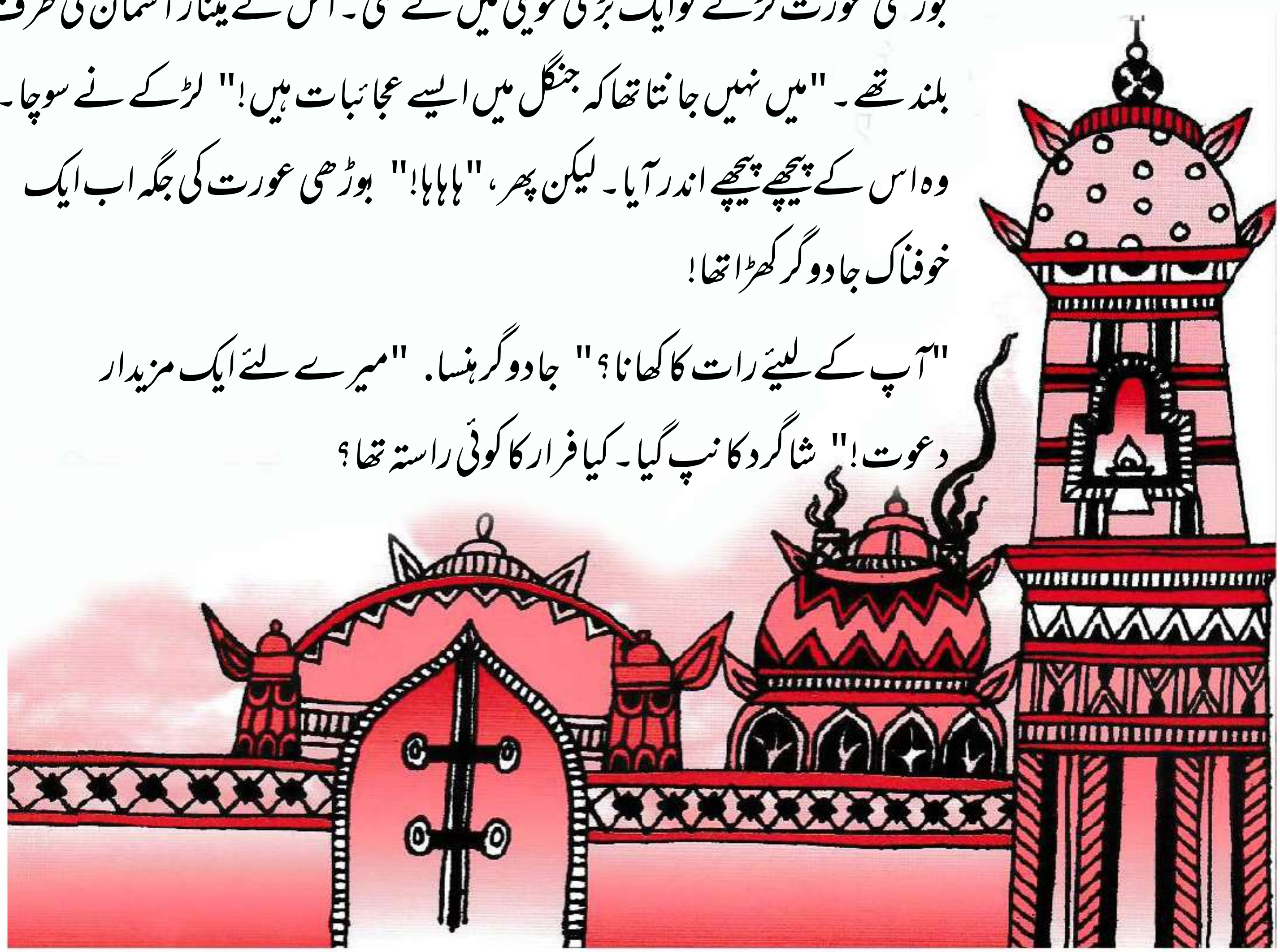
تین پنکھ

ایک دن ایک بابا نے اپنے شاگرد سے کہا، "آج تمہیں جنگل میں جا کر جڑی بوٹیاں اکٹھی کرنی ہیں، ان تینوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ، یہ تمہیں خطرے سے بچائیں گے۔" اور اُس نے اُسے تین پَر دیئے۔

شاگرد جنگل میں گھومتا رہا اور جڑی بوٹیاں اکٹھا کرتا رہا۔ چند گھنٹوں کے بعد اسے بہت تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ اس نے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اچانک اسے آواز آئی، "لڑکے! میرے ساتھ گھر چلو، میں تمہارے لیئے ایک اچھا کھانا بناؤں گی، اور پھر تم آرام کر سکتے ہو۔" یہ ایک چھوٹی بوڑھی عورت کی آواز تھی۔ وہ اسے دیکھ کر پیار سے مسکرائی۔

بوڑھی عورت لڑکے کو ایک بڑی حویلی میں لے گئی۔ اس کے مینار آسمان کی طرف بلند تھے۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ جنگل میں ایسے عجائبات ہیں!" لڑکے نے سوچا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے اندر آیا۔ لیکن پھر، "ہاہاہا!" بوڑھی عورت کی جگہ اب ایک خوفناک جادوگر کھڑا تھا!

"آپ کے لیئے رات کا کھانا؟" جادوگر ہنسا. "میرے لئے ایک مزیدار دعوت!" شاگرد کانپ گیا۔ کیا فرار کا کوئی راستہ تھا؟



پھر اسے تین پنکھ یاد آئے ۔ اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ اس نے جادوگر سے کہا، "اب مجھے نہ کھاؤ، میں جیسا گندا ہوں، پہلے مجھے نہانے دو۔ میں تمہارے پاس صاف اور خوشبودار واپس آؤں گا!"



حمام کے کمرے میں شاگرد نے فرش پر پنکھ پھینکتے ہوئے کہا، "جادوگر جب بھی پکارے، اس طرح جواب دو جیسے تم میں ہوں۔" پھر وہ کھڑکی سے چھلانگ لگا کر جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگ گیا۔

جلد ہی جادوگر نے شاگرد کو بلایا کہ جلدی کرو۔ جواب آیا، "میں ابھی آیا!" مگر کوئی شاگرد حمام سے نہ نکلا! جادوگر نے دوبارہ پکارا تو وہی جواب آیا۔ لیکن پھر شاگرد باہر نہ آیا! بھوکا جادوگر اب مزید انتظار کرنے کے لیئے بے صبرا تھا۔ اپنی جادوئی طاقت سے اس نے دروازہ توڑا۔ کمرہ خالی تھا! جادوگر غصے سے کانپ گیا۔ وہ چلاتے ہوئے حویلی سے باہر بھاگا، "میں تمہیں لینے جا رہا ہوں! "

شاگرد نے جادوگر کو اپنے پیچھے آتے ہوئے سنا۔ اس نے ایک اور پنکھ پکڑا اور کہا، "میرے اور جادوگر کے درمیان ایک دریا بنا دو!" فوراً ہی ایک دریا نمودار ہوئی۔ یہ جادوگر کو پانی ہیں بہانے والی تھی! شاگرد نے سکون کا سانس لیا۔ "میں بچ گیا ہوں!" اس نے سوچا. "واہ!"

لیکن پھر، "گلگ، گلو" پانی کی آواز آئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاگرد نے ایک خوفناک منظر دیکھا! جادوگر نے منہ کھولا ہوا تھا۔ وہ پورا دریا پی رہا تھا! پانی تیزی سے اس کے منہ میں داخل ہو گئی۔

شاگرد نے تیسرا پنکھ اٹھایا۔ "میرے پیچھے جنگل میں آگ لگا دو،" اس نے حکم دیا۔ ایک بڑی آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن جادوگر نے پھر منہ کھولا۔ ووش! سارا پانی وہ
نگل لیا تھا باہر نکل آیا. ایک لمبی، تیز ہچکی سے آگ بجھ گئی۔



جنگل میں بھاپ کے بادل منڈرا رہے تھے۔ وہ درختوں کے درمیان گھوم کر غائب ہو گئے۔

بیچارہ شاگرد! اب اسکے پاس بھاگنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا وہ دوڑا بہتری کی امید کے ساتھ۔ وہ سر جھکا کر ہوا کی طرح بھاگا۔ آخر کار وہ بابا کے گھر پہنچا۔

جادوگر اس کے بالکل پیچھے تھا۔ وہ دروازے پر رک گیا اور بابا سے پوچھا، "کیا آپ اپنے شاگرد کو چھوڑ دیں گے؟ یا اس کے بجائے میں آپ کو کھاؤں؟"

"خود پر اتنا یقین مت کرو!" بابا نے جواب دیا. "میں آپ کے جادو کا اپنے جادو سے جواب دے سکتا ہوں! چلو ایک مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر آپ جیت گئے تو آپ میرا شاگرد لے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ چلو شروع کرتے ہیں،" جادوگر نے کہا۔

"کیا تم خود کو اس عمارت کی طرح اونچی بنا سکتے ہو؟" بابا نے پوچھا. فوراً ہی جادوگر اتنا لمبا ہوگیا۔ لیکن بابا اس سے متاثر نہیں ہوا۔ "کوئی بھی اپنے آپ کو لمبا بنا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ "اب، کیا آپ مٹر کے سائز میں بدل سکتے ہیں؟"

"اس میں اتنی مشکل کیا ہے؟" جادوگر نے پوچھا۔ وہ فوراً مٹر میں بدل گیا۔ بابا نے مٹر اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ ایک زور سے گھونٹ بھر کر اس نے اسے نگل لیا۔

اور یہ شیطانی جادوگر کا انجام تھا!

ایک جاپانی لوک کہانی سے اخذ کردہ



© Katha Jharna 2008

Publisher Rajalakshmi Srinivasan Memorial Foundation

P. Saraswati V. Vijayakanthi

Urdu Mohammad Naseem

L. S. Saraswathi S. Rajalakshmi

Artist Uma Krishnaswamy